

## عصمت انبیاء علیہم السلام

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

### چند تمہیدی باتیں:

خدا کی مخلوق میں خدا کے بعد سب سے بڑا مرتبہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ یہ ہستیاں دنیا کے لیے خدا کے خلیفہ ہیں اور ”تخلقوا باخلاق اللہ“ کے سب سے بڑے نمونے ہیں، اللہ کی اطاعت و عبودیت کے سب سے اونچے پیکر، مجسم العلوم و معرفت الہیہ کے سب سے زیادہ عالم و عارف، خدا کی ذات و صفات کے ہمہ وقتی مشاہدہ و استحضار سے مستفید و مستنیر..... غرض جتنی خوبیاں اور جتنے اوصاف کمال خدا کی ذات کے بعد کسی مخلوق میں جمع ہو سکتے ہیں وہ سب انبیاء و مرسلین علیہم السلام میں جمع ہوئے ہیں، اسی لیے کسی ایک نبی کے مرتبہ کمال علمی و عملی کو بڑے سے بڑا ملک مقرب بھی نہیں پہنچ سکتا اور اپنے دور کے ہر نبی کو ”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ کا مصداق کہا جاسکتا ہے، اسی لیے امت ان کے معصوم ہونے کا اعتقاد رکھتی ہے۔

عصمت انبیاء علیہم السلام کے اعتقاد رکھنے کے بعد ان انبیاء و مرسلین میں بھی فرق مراتب ہو ابد لیل: ”تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ“ اور خدا تعالیٰ کی لاناہیہ بارگاہ کے مراتب قرب بھی بے نہایت ہیں۔

### خصائص نبوت:

مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام میں غور و خوض کرنے کے لیے سب سے اہم نکتہ چونکہ انبیاء علیہم السلام کی صفات و ملکات اور ان کے خصائص سے بحث ہے، اس لیے ضروری ہے کہ یہاں پہلے چند سطور میں ان کے جوہر فطرت، صفات و ملکات اور ان کے خصائص سے بحث کی جائے۔

سلاطین عالم کسی شخص کو مسند وزارت کے لیے منتخب کرتے وقت چند چیزوں کا لحاظ رکھتے ہیں:

✽ ایسے شخص کو منتخب کرتے ہیں جو ان کا نہایت ہی مطیع اور مخلص ہو، حکومت کا پورا و فادار اور خیر خواہ ہو۔

✽ اخلاق حسنہ، اوصاف جمیلہ اور محامد و مکارم سے آراستہ ہو، زمام اور محضرات الامور سے بالکلیہ مبرا و منزہ ہو۔

✽ حسب و نسب میں سب سے زیادہ فائق و برتر ہو۔

✽ فہم و فراست اور عقل و فطانت میں سے سے اعلیٰ و ارفع ہو، نیز سفاہت و غبوت و قصور عقل کے دھبہ سے بالکل پاک ہو۔

✽ صدق و امانت اس کا طرہ امتیاز ہو، کذب و خیانت کے توہم سے بھی بمرآل بعید ہو۔

✽ دربار شاہی کے آداب کی پوری پوری رعایت رکھتا ہو، اس کی کسی حرکت اور سکون سے بادشاہ کی ہمسری کا ادعاء متوہم نہ ہوتا ہو، دیگر وزراء

کے ساتھ اس کا معاملہ ان کے منصب و وزارت اور شان تقرب کے مناسب ہو۔

بالکل اسی طرح ملک مقتدر اور احکام الحاکمین کے وزراء کو کہ جن کو انبیاء و مرسل سے تعبیر کیا جاتا ہے ان کے لیے یہ ضروری ہے کہ:

☆ ان کے قلوب میں اس ملک مقتدر کی محبت و اطاعت اس درجہ راسخ ہو کہ ارادہ معصیت کی بھی گنجائش نہ رہی ہو اور اسی فطری اجتناب عن

المعاصی کا نام ”عصمت“ ہے۔ نیز ایمان و اسلام سے ان کا قلب اس درجہ لبریز ہو کہ کفر و شرک کے لیے جزء لاینفکی کی مقدار کی بھی اس میں جگہ

نہ ہو۔

☆ ان کی فطرت اخلاق حسنہ، اوصاف جمیلہ، محامد و فضائل اور مکارم و شمائل سے مزین و مجلیٰ ہو، قابل نفرت امور سے بالطبع متنفر ہوں اور ان کے

نفوس قدسیہ تمام زمام سے منزہ ہوں۔ (اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لہسن و پیاز کا استعمال نہ فرماتے تھے، وجہ یہ فرماتے تھے کہ میں جس سے کلام و مناجات کرتا ہوں تم اس سے کلام و مناجات نہیں کرتے)

☆ یہ کہ ان کا حسب و نسب نہایت پاک و مطہر ہو، اسی وجہ سے ابوسفیان کو ہر قل کے سامنے یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ”ہو فینا ذو نسب“ کہ وہ ہم میں بڑے نسب والے ہیں۔

☆ یہ کہ وہ فہم و فراست کے اعتبار سے سب سے ارفع و اکمل ہوں، قصور فہم سے کوسوں دور ہوں۔

☆ صدق و امانت کے ساتھ متصف اور غدرو خیانت سے بالکل پاک ہوں۔

☆ ان کا کلام ذات و وحدہ لا شریک لہ کی ہمسری کے رائج سے بھی پاک ہو، نیز یہ کہ ان کا ایک دوسرے کی تحقیر کرنا محال ہو۔

**الحاصل:** اس ملک مقتدر اور احکم الحاکمین نے اپنی خلافت و وزارت کے لیے انبیاء علیہم السلام کو منتخب فرمایا ہے مگر چونکہ وہ علیم و خبیر بما فی الصدور اور یعلم السر و الخفی بھی ہے، اس لیے وہ اپنی نیابت و وزارت کے لیے ایسے ہی اشخاص کو منتخب فرماتا ہے جو ظاہراً اور باطناً ہر طرح سے خدا کے مطیع و فرمانبردار ہوں، پورے مخلص اور جاہل ہوں، یہ ناممکن و قطعاً محال ہے کہ وہ علیم و خبیر غلطی سے کسی ایسے شخص کو اپنی خلافت کے لیے منتخب کرے جو بظاہر تو اس کا مطیع و فرمانبردار ہو لیکن باطناً اس کا نافرمان ہو اور فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں تک کر جانے والا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور کبھی بھی مرتبہ نبوت اور منصب رسالت سے علیحدہ نہیں کیے جاتے بخلاف سلاطین عالم کے کہ ان کے انتخاب میں بسا اوقات غلطی ہو جاتی ہے اور وہ غیر مطیع کو مطیع سمجھ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مرتبہ سلاطین کو اس کی ضرورت پیش آتی ہے کہ وزراء کو منصب وزارت سے علیحدہ کیا جائے۔

(از عقائد اسلام)

مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام پر بحث کرنے سے پہلے ”عصمت انبیاء“ کا معنی معلوم کر لینا ضروری ہے۔

### عصمت انبیاء کا معنی:

”عصمت“ کا معنی بعض حضرات نے اگرچہ ”عدم قدرت علی المعصیہ“ سے کیا ہے لیکن یہ رائے مرجوح ہے کیونکہ اس میں انبیاء علیہم السلام کا کمال ظاہر نہیں ہوتا۔ اس لیے جمہور علماء اہل السنۃ کے نزدیک عصمت کے مختار معنی یہ ہیں کہ عصمت ایک ایسا خلق ہے جو معصوم کو باوجود قدرت علی المعصیہ کے معصیت سے روکتا ہے اور معصوم ترک معصیہ میں مجبور نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت مولانا دوست محمد کابلی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”تحفة الاخلاء فی عصمة الانبیاء“ میں تحریر فرماتے ہیں:

واختلف فی معنی العصمة قال بعضهم انها عبارة عن عدم قدرة المعصية والبختار عند الجمهور انها عبارة عن خلق

مانع من ارتكاب المعصية غير ملج حتى لا يكون المعصوم مضطراً فی ترك المعصية وفعل الواجب. (ص 15)

ترجمہ: عصمت کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ عصمت عدم قدرت علی المعصیہ کو کہتے ہیں اور جمہور کے نزدیک مختار معنی یہ ہے کہ عصمت ایک ایسی خصلت کا نام ہے جو معصوم کو ارتکاب معصیہ سے بلا کسی جبر و اکراہ کے منع کرتی ہے حتیٰ کہ معصوم ترک معصیہ اور فعل واجب میں مجبور نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ عصمت کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

”عصمت“ کے معنی یہ ہیں کہ ان کے اقوال ہوں یا افعال، عبادات ہوں یا عادات، معاملات و مقامات ہوں یا اخلاق و احوال، ان سب کو

اللہ اپنی قدرت کاملہ سے نفس و شیطان کی دخل اندازی سے محفوظ فرماتا ہے خواہ وہ خطا و نسیان کی صورت سے ہی کیوں نہ ہو اور حفاظت و نگرانی کرنے والے اپنے فرشتے ان کے ساتھ رکھتا ہے تاکہ غبار بشریت بھی ان کے دامن پاک پر ذرا سادھہ نہ لگا سکے۔

مطلب یہ ہوا کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ہمہ وقتی حفاظت و نگرانی کا نام ”عصمت“ ہے۔

فائدہ جلیلہ:

”عصمت“ اور ”حفاظت“ کے درمیان فرق

اس مقام پر اس فرق کو ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اور اس سے ہمارا مقصد صحابہ کرام علیہم الرضوان سے متعلق ان حضرات کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کا ازالہ ہے جو عصمت اور حفاظت کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے اور حفاظت کے معنی میں غور نہ کرنے کی وجہ سے صحابہ کرام کی محفوظیت میں ایک حد تک قصداً پیچیدگیاں پیدا کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ عصمت و حفاظت میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انبیاء معصوم اور اولیاء محفوظ ہیں۔ معصوم وہ ہے کہ اس سے باوجود استعدادِ گناہ کے گناہ سرزد ہونا محال ہو اور محفوظ وہ ہے کہ گناہ تو اس سے ممکن ہو گرچہ واقع نہ ہو۔ پہلی صورت مستلزم محال ہے دوسری ممکن غیر واقع۔

(منقول از ہفت روزہ خدام الدین لاہور بابت 22 ذوالحجہ 1392ھ 26 جنوری 1973ء)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے شیخ اکبر رحمہ اللہ کے حوالہ سے ”عصمت و حفاظت کا فرق“ خوب واضح کر کے بیان فرمایا ہے،

چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

حضرات انبیاء کرام ہر وقت بارگاہِ خداوندی میں مقیم رہتے ہیں، کسی وقت حق تعالیٰ شانہ کی عظمت اور جلال ان کی نظروں سے اوچھل نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت انبیاء معاصی سے معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ بارگاہِ خداوندی میں آتے جاتے رہتے ہیں مگر مقیم نہیں، اس لیے اولیاء معاصی سے محفوظ تو ہوتے ہیں مگر معصوم نہیں ہوتے اور ”عصمت“ اور ”حفاظت“ میں یہ فرق ہے کہ اولیاء بسا اوقات مباحات اور جائز امور کو محض حظ نفس اور طبعی میلان اور خواہش کے لیے کر گزرتے ہیں مگر حضرات انبیاء کسی وقت بھی طبعی میلان اور حظ نفس کے لیے مباح اور جائز امر کا ارتکاب نہیں فرماتے۔ ہاں جب کسی شے کی عند اللہ اباحت اور اس کا خدا کے نزدیک جائز ہونا بتلانا مقصود ہوتا ہے تب اس مباح کو استعمال فرماتے ہیں تاکہ امت کو نبی کے کرنے سے اس فعل سے اس کا مباح اور جائز ہونا معلوم ہو جائے۔ (تفسیر معارف القرآن ج 1 ص 146)

عبارت واضح ہے مزید تشریح کی ضرورت نہیں اس سے بھی زیادہ آسان اور عام فہم تعبیر اس کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ معصوم وہ ہے جس سے برائی کو دور رکھا جاتا ہے اور محفوظ وہ ہے جس کو برائی سے دور رکھا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات سے اس کی تائید ہوتی ہے مثلاً معصوم کے سلسلہ فرمایا: ”لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ“ اور محفوظین کے بارے میں فرمایا: ”وَكَذَّبْنَا عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذْنَا كَوْمًا مِنْهَا“۔

حاصل ان تمام تعبیرات کا یہی ہے کہ معصوم و محفوظ جس طرح عدم صدور گناہ میں دونوں برابر ہیں اس طرح عصمت و حفاظت دونوں کے وہی ہونے میں بھی کوئی فرق نہیں البتہ دلیل اور طریق حصول میں دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں یعنی یہ کہ عصمت پر دلیل عقلی ہوتی ہے اور حفاظت پر دلیل عقلی نہیں ہوتی۔ نیز یہ کہ عصمت جس طرح بذات خود وہی ہے بالکل اسی طرح اس کا حصول بھی بالکل وہی ہے، کسی قسم کے کسب پر موقوف نہیں بخلاف حفاظت کے کہ یہ بذات خود تو اگرچہ وہی ہے لیکن اس کا حصول عبادت و ریاضتِ روحانی محنت و مشقت اور کسی کامل کی مکمل روحانی تربیت پر موقوف ہے۔

اور ظاہر بات ہے کہ تربیت چونکہ سالک کی ریاضت و مشقت ہے اس لیے اونچ نیچ بھی ممکن ہے لیکن مقامِ محفوظیت پر سرفراز ہو چکنے کے بعد دورانِ تربیت کی ان خامیوں کو کسی محفوظ کی سیرت و کردار، عدالت و ثقاہت، دیانت و امانت اور صداقت و تزکیہ نفس پر بحث کا دار و مدار قطعاً نہیں بنایا جاسکتا، اس کو نہ عقل باور کرتی ہے اور نہ ہی اس پر کوئی معتبر نقل پیش کی جاسکتی ہے بلکہ اس کا تمام تر انحصار تو اس سند پر ہوا کرتا ہے جو

تکمیل تربیت کے بعد ممتحن نے امتحان لے کر اس کو عطاء کیا ہے۔ اس سے یہ بات خود بخود ثابت ہو گئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو معصوم تو اگرچہ نہیں لیکن محفوظ یقیناً ہیں، کی عدالت و صداقت اور دیانت و امانت کو ان کی تربیت کے دوران ہونے والی اونچ نیچ کی روشنی میں نہیں بلکہ احکم الحاکمین جیسے ممتحن کی طرف سے 23 سالہ سخت ترین امتحان نہیں بلکہ امتحانات کے بعد اعلیٰ ترین کامیابیوں کی ایک نہیں بلکہ ”أَوْلَيْكَ هُمْ الْفَائِزُونَ“، ”أَوْلَيْكَ هُمْ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا“، ”أَوْلَيْكَ هُمْ الرَّاشِدُونَ“ جیسی متعدد اسناد کی روشنی میں جانچنا پر کھنا ہو گا۔ لہذا صحابہ کرام پر زبان طعن دراز کرنے والوں کا یہ کہنا کہ صحابہ کرام کوئی معصوم ہیں؟ بالکل لغو اور بیہودہ سوال ہے۔ مانا کہ معصوم نہیں لیکن محفوظ تو ہیں اور پھر ان کے بارے میں معصوم کی صرف ایک شہادت نہیں بلکہ متعدد شہادات موجود ہیں، پھر ان نفوس قدسیہ پر زبان طعن دراز کرنے کی کیا گنجائش رہی؟ خلاصہ کلام یہ ہے کہ انبیاء و رسل معصوم ہیں اور عصمت ان کی ایسی مخصوص صفت ہے کہ کوئی فرد بشر ان کی اس صفت میں ان کے ساتھ شریک نہیں۔

## عصمت انبیاء علیہم السلام پر دلائل

از قرآن مجید:

دلیل نمبر 1

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَبُوا أَلَمَّا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ [المائدہ: 92]

ترجمہ: اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو اور (نافرمانی سے) بچتے رہو اور اگر تم (اس حکم سے) منہ موڑو گے تو جان رکھو کہ ہمارے رسول پر صرف یہ ذمہ داری ہے کہ وہ صاف صاف طریقے سے (اللہ کے حکم کی) تبلیغ کرے۔

دلیل نمبر 2

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ الْآيَةَ [النور: 54]

ترجمہ: (ان سے) فرمادیجئے کہ اللہ کا حکم مانو اور اس کے رسول کے فرمانبردار بنو۔

دلیل نمبر 3

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ [النساء: 59]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو۔

ف:

ان آیات میں اللہ رب العزت نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے۔ اگر رسول خدا علیہ السلام معصوم نہ ہوتے تو اللہ ان کی اطاعت کا کبھی حکم نہ دیتا۔

دلیل نمبر 4

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا [النساء: 80]

ترجمہ: جو شخص رسول کی اطاعت کرے اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو (اطاعت سے) منہ پھیرے تو (اے پیغمبر!) ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا (کہ آپ کو ان کے عمل کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے)۔

دلیل نمبر 5

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ [النساء: 64]

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول اس کے سوا کسی اور مقصد کے لیے نہیں بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

دلیل نمبر 6

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا [الاحزاب: 71]

ترجمہ: جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے وہ کامیابی حاصل کر لی جو زبردست کامیابی ہے۔

دلیل نمبر 7

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ [الانفال: 1]

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم واقعی مؤمن ہو۔

دلیل نمبر 8

وَإِنْ تَطِيعُوا تَهْتَدُوا [النور: 54]

ترجمہ: اگر تم ان کی فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔

ف: ان آیات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا علامتِ ایمان اور فلاح و کامیابی کا سبب ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب مطاع معصوم ہو ورنہ ایمان کامل ملے گا نہ فلاح و کامیابی۔

دلیل نمبر 9

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ. إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ [النجم: 4، 3]

ترجمہ: اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

دلیل نمبر 10

إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ [الاحقاف: 9]

ترجمہ: میں کسی اور چیز کی نہیں صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے بھیجی جاتی ہے۔

دلیل نمبر 11

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا [الحشر: 7]

ترجمہ: رسول تمہیں جو کچھ دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔

دلیل نمبر 12

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [الاحزاب: 21]

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے۔

دلیل نمبر 13

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ [آل عمران: 31]

ترجمہ: (اے پیغمبر لوگوں سے) فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

ف: ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور ان کے حکم اور منع کرنے کو وحی کا پابند بتلایا گیا ہے۔ تو ایسا شخص جو اپنے بولنے میں وحی کا پابند ہے وہ اللہ کا فرمان نہیں ہو سکتا۔

### دلیل نمبر 14

وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا [النساء: 41]

ترجمہ: اور ہم آپ کو ان لوگوں کے خلاف گواہ کے طور پر پیش کریں گے۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں کیونکہ فاسق کی گواہی قابل قبول نہیں۔

### دلیل نمبر 15

أَنَا مُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنَسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ [البقرة: 44]

ترجمہ: کیا تم (دوسرے) لوگوں کو تونیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟

ف: حضرات انبیاء علیہم السلام کا کام قوم کو نیکی کا درس دینا ہے۔ تو اگر خود نافرمان ہو جائیں معاذ اللہ تو پھر مقصد رسالت کو مفقود کر کے ”لَعْنَةُ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ“ کا مصداق بن جائیں گے اور یہ محال ہے۔ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔

### احادیث مبارکہ

1: عن عبد الله بن عمرو قال كنت أكتب كل شيء أسمع من رسول الله -صلى الله عليه وسلم- أريد حفظه فنهتني قریش وقالوا أتكتب كل شيء تسمعه ورسول الله -صلى الله عليه وسلم- بشر يتكلم في الغضب والرضا فأمسكت عن الكتاب فذكرت ذلك لرسول الله -صلى الله عليه وسلم- فأومأ بأصبعه إلى فيه فقال «أكتب فوالذي نفسي بيده ما يخرج منه إلا حق».

[سنن ابی داؤد ج 2 ص 514، مسند احمد ج 2 ص 162 رقم الحدیث 6510]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات سنتا تھا اس کو لکھ لیا کرتا تھا تاکہ اسے محفوظ کروں۔ قریش نے مجھے اس بات سے روکا اور کہنے لگے کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہر بات لکھ لیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو انسان ہیں، خوشی اور غمی میں کلام کرتے ہیں۔ تو میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ میں نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپ علیہ السلام نے اپنی انگلی کا اشارہ اپنے منہ کی طرف کرتے ہوئے فرمایا: تم لکھا کرو! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس منہ سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔

ف: سب سے زیادہ گناہ عموماً زبان سے صادر ہوتے ہیں۔ تو جس ذات کی زبان ہی قبضہ خدا میں ہے تو اس شخصیت سے گناہ کا خیال کیونکر کیا جا سکتا ہے!؟

2: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ --- مَنْ كَذَّبَ عَلَيَّ مُتَعَدِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

[صحیح البخاری: ج 1 ص 21]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔

ف: جھوٹ بولنا گناہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب جھوٹ کی نسبت کو گناہ قرار دے رہے ہیں تو خود اس گناہ کے مرتکب کیسے ہو سکتے ہیں؟

3: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْبَرِ بْنِ الزُّهْرِيِّ أَوْ قَتَادَةَ - أَوْ كِلَاهِمَا - أَنَّ يَهُودِيًّا جَاءَ يَتَقَاضِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَضَيْتَكَ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ بَيْنَتِكَ قَالَ فِجَاءَ خَزِيمَةَ بْنِ ثَابِتِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَنَا أَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ

قضاک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما یدریک قال إنی أصدقک بأعظم من ذلک أصدقک بخبر السماء فأجاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادته بشہادة رجلین [مصنف عبدالرزاق: ج 11 ص 236]

ف: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم نہ ہوتے تو اتنے بڑے دعویٰ کی حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کبھی بھی تصدیق نہ کرتے۔

4: عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ.

[مصنف ابن ابی شیبہ: ج 11 ص 546]

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخلوق کی ایسی اطاعت جائز نہیں جس میں اللہ کی نافرمانی ہو۔

5- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ [صحیح البخاری: ج 2 ص 1057، صحیح مسلم ج 2 ص 125]

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان آدمی پر (اپنے امام یا بادشاہ اسلام کی) اطاعت لازم ہے خوشی یا ناخوشی ہر حال میں جب تک اسے گناہ کا حکم نہ دیا جائے، پھر جب (امام یا بادشاہ اسلام کی طرف سے) اسے گناہ کا حکم دیا جائے تو نہ سننے نہ اطاعت کرے۔

6- عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من أطاعني فقد أطاع الله ومن يعصني فقد عصي الله

[صحیح مسلم ج 2 ص 124]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

ف: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مطلقہ ہر مسلمان پر واجب ہے، اسی لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اطاعت و نافرمانی کو اللہ کی اطاعت و نافرمانی بتلایا اور مخلوق کی ایسی اطاعت سے روکا جس سے خالق کی نافرمانی ہوتی ہو۔ یہ آپ علیہ السلام کے معصوم ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اجماع اُمت اور اقوال ائمہ کی روشنی میں:

1: امام اعظم امام ابو حنیفہ (م 150ھ) فرماتے ہیں:

الانبياء عليهم الصلوة والسلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر والكفر والقبائح.

[الفقه الاكبر ص 2، العقيدة الحنفية ص 203]

ترجمہ: سارے انبیاء علیہم السلام صغیرہ، کبیرہ گناہوں اور کفر اور بے ہودہ کاموں سے پاک ہیں۔

2: قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م 544ھ) فرماتے ہیں:

الاجماع على العصمة عن الكبائر بلا قيدٍ حَمْدًا وَسَهْوًا.

النبراس شرح شرح العقائد: ص 283)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں، نہ عمداً اگر تے ہیں نہ سہواً اسی پر اجماع ہے۔

3: امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (م 671ھ) لکھتے ہیں:

الانبياء معصومون عن الخطاء والغلط في اجتهادهم.

[قرطبی ج 2 ص 2058]

ترجمہ: انبیاء اپنے اجتہاد میں خطا اور غلطی سے معصوم ہوتے ہیں۔

4: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م 1014ھ) بعض محققین سے نقل فرماتے ہیں:

اجْتَمَعَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَلَى التَّائِبِي بِه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَقْوَالِهِ وَأَفْعَالِهِ وَسَائِرِ أَحْوَالِهِ حَتَّى فِي كُلِّ حَالٍ تَه مِنْ غَيْرِ بَحْثٍ وَلَا تَفَكُّرٍ بَلْ مَجْرَدٍ عَلَيْهِمْ أَوْ ظَنِّهِمْ بِصُدُورِ ذَلِكَ عَنْهُ دَلِيلٌ قَاطِعٌ عَلَى اجْتِمَاعِهِمْ عَلَى عِصْمَتِهِ وَتَنْزُهِهِ عَنْ أَنْ يَجْرِيَ عَلَى ظَاهِرِهِ أَوْ بَاطِنِهِ شَيْءٌ لَا يَتَأَلَّسِي بِهِ فِيهِ هَذَا لَمْ يَقُمْ دَلِيلٌ عَلَى اخْتِصَاصِهِ.

(المرقات شرح المشکوٰۃ: ج 1 ص 220)

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تمام احوال میں بغیر کسی بحث و تفکر کے محض یہ جانتے ہوئے کہ یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے آپ کی اتباع پر متفق ہو جانا واضح دلیل ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ کی عصمت پر اجماع ہے اور اس پر بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر و باطناً ایسی کوئی چیز صادر نہیں ہو سکتی جس کی اتباع نہ کی جاسکتی ہو جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر دلیل قائم نہ ہو جائے۔

5: مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (م 1396ھ) اپنی تفسیر ”معارف القرآن“ میں فرماتے ہیں:

”تحقیق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت تمام گناہوں سے عقلاً اور نقلاً ثابت ہے۔ ائمہ اربعہ اور جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں اور بعض لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ صغیرہ گناہ ان سے بھی سرزد ہو سکتے ہیں، جمہور امت کے نزدیک صحیح نہیں۔“

(معارف القرآن: ج 1 ص 195)

6: علامہ عبدالعزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ قاضی عیاض مالکی اور محقق فقہاء و متکلمین سے نقل کرتے ہیں:

قال القاضي عياض ذهب طائفة من محقق الفقهاء والمتكلمين الى العصمة عن الصغائر كالعصمة في الكبائر.

[النبراس: ص 283]

ترجمہ: قاضی عیاض مالکی اور محقق فقہاء و متکلمین کا موقف یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام جس طرح کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں اسی طرح صغیرہ گناہوں سے بھی معصوم ہیں۔

### عصمت انبیاء علیہم السلام پر عقلی دلائل

[1]: انبیاء علیہم السلام دنیا میں اللہ کے پیغام رساں ہیں، اگر خود ہی اللہ کی نافرمانی کریں تو پھر ان کی بات پر کیا اعتماد کیا جائے گا؟

[المسائل والدلائل: ص 40]

[2]: حضرات انبیاء علیہم السلام باجماع امت فرشتوں سے افضل ہیں جب فرشتے اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے تو افضل کیونکر نافرمان ہو سکتا ہے؟

[التفسیر الکبیر: ج 3 ص 9]

[3]: حضرات انبیاء علیہم السلام اطاعت خدا کروانے میں انسانوں کے لئے مقتدا ہیں تو اگر خود خدا کے نافرمان ہوں تو لوگوں کو طاعت کا کیا

درس دیں گے؟

[4]: انسان جسم اور روح سے بنا ہے، جسم مٹی سے بنا ہے تو اس کی غذا اور دوا بھی مٹی سے ہی ہے اور روح آسمان سے آتی ہے تو اس کی غذا بھی

آسمان سے آتی ہے۔ جسم بیمار ہو تو اس کو طبیب چاہئے اور جسم کے طبیب کو ڈاکٹر کہتے ہیں، روح بیمار ہو جاتے ہیں تو اس کو بھی طبیب چاہئے اور

اسکے طبیب کو نبی رسول کہتے ہیں اور یہ ضابطہ عقلی ہے کہ طبیب جس مرض کا معالج ہو خود اس کا اس مرض میں مبتلا ہونا یہ اس طبیب کا عیب ہے۔

روح کی بیماری گناہ ہے تو خود روح کے طبیب کا گناہ میں مبتلا ہونا اس کا عیب ہے۔ اس لیے طبیب روحانی کا اس عیب سے پاک ہونا ضروری ہے۔



## عصمت انبیاء علیہم السلام کے متعلق مودودی صاحب کے نظریات

مودودی صاحب کا عمومی موقف:

1: عصمت دراصل انبیاء کے لوازمات ذات سے نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت کی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے مصلحتاً خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا ہے ورنہ اگر اللہ کی حفاظت تھوڑی دیر کے لیے بھی ان سے منکف ہو جائے جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے اسی طرح انبیاء سے بھی ہو سکتی ہے، اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں سرزد ہو جانے دی ہیں، تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھ لیں اور جان لیں کہ یہ بشر ہیں، خدا نہیں ہیں۔

(تقیہات ج 2 ص 56، 57 اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور اشاعت اکتوبر 1967ء)

2: اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو نفس شریک کی رہزنی کے خطرے پیش آگئے ہیں۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایک موقع پر تنبیہ کی گئی ہے کہ ”وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ“ (سورۃ ص)، ہوائے نفس کی پیروی نہ کرنا ورنہ یہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گا۔ (تقیہات ج 1 ص 193 اشاعت ستمبر 2013ء اسلامک پبلیکیشنز لاہور)

3: انبیاء رائے اور فیصلے کی غلطی بھی کرتے تھے، بیمار بھی ہوتے تھے، آزمائش میں بھی ڈالے جاتے تھے حتیٰ کہ قصور بھی ان سے ہو جاتے تھے اور انہیں سزا تک دی جاتی تھی۔ [ترجمان القرآن ص 158 مئی 1955ء]

### آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

1: حضور علیہ السلام نے دجال کے بارے میں جو خبر دی اس کی بابت مودودی صاحب لکھتے ہیں:  
یہ کانادجال وغیرہ تو افسانے ہیں، جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

[ترجمان القرآن ص 186 رمضان و شوال 1365ھ، رسائل و مسائل ص 53 حصہ اول طبع دوم]

2: حضور علیہ السلام کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال حضور علیہ السلام کے زمانہ ہی میں ظاہر ہو جائے یا کسی قریب زمانہ میں ظاہر ہو جائے لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا۔ [ترجمان القرآن ص 31 ربیع الاول 1365ھ]  
نوٹ: حضور وحی الہی سے بولتے تھے تو یہ اندیشہ غلط کیسے ہوا؟ مزید یہ بات بھی واضح ہے کہ دجال کے متعلق پیشگوئی والی احادیث متواتر و مشہور ہیں، فقط بخاری مسلم میں 25 بار یہ حدیث آئی ہے۔

3: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ فوق البشر ہیں نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر ہیں۔ [ترجمان القرآن اپریل 1976ء، خطبات: ص 8]

4: لیکن وعظ و تلقین میں ناکامی کے بعد داعی اسلام نے ہاتھ میں تلوار لی۔ [الجدہانی الاسلام: ص 174]

حالانکہ رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو عیوب سے مبرا بنایا گیا ہے بشری کمزوریاں اور خامیاں کیسے گوارا کی جائیں؟ مزید جب خدا بھی کہتا ہے کہ میرا رسول غالب ہو گا تو اسے ناکام کہنا کہاں تک درست ہو گا؟

### حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں

1: حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل میں خواہش نفسی کا کچھ دخل تھا، اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمان روا کو زیب نہ دیتا تھا۔ [تعلیم القرآن ص 327 ج 4 طبع اول]

2: اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفسی شریک کی رہزنی کے خطرے پیش آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایک موقع پر تنبیہ کی گئی۔ [تقیہات ج 1 ص 193 اشاعت ستمبر 2013ء اسلامک پبلیکیشنز لاہور]

قرآن تو انہیں کہتا کہ ”نفس وہوی کی پیروی نہ کرو“ مگر بقول مودودی صاحب وہ کرتے تھے تو سوال یہ ہے کہ پھر وہ راہ راست پر کیسے

رہے؟

3: حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو کر ”اوریا“ سے طلاق کی درخواست کی۔

[تفہیمات ص 42 حصہ دوم طبع دوم]

اسرائیلی روایت کا سہارا لے کر ایک نبی معصوم کی ذات پر الزام اہل حق کی سوچ نہیں۔ نیز نبی اصلاح معاشرہ کے لئے مبعوث ہوتا ہے نہ کہ خود اپنی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہونے کے لیے۔

### حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں

بس ایک فوری جذبے نے جو شیطانی تحریص کے زیر اثر ابھر آیا تھا ان پر ذہول طاری کر دیا اور ضبطِ نفس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ طاعت کے مقام بلند سے معصیت کی پستی میں جا گرے۔ [تفہیم القرآن ص 133 ج 3]

یہ سب مودودی صاحب کی خوش فہمی ہے کیونکہ قرآن پاک نے ”بھول“ کہہ کر مودودی صاحب کی ساری بات کو رد کر دیا ہے۔

### حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں

بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ و اشرف انسان بھی تھوڑی دیر کیلئے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہو جاتا ہے... لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اسکو محض اس لیے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے۔ تو وہ اپنے دل سے بے پروا ہو کر اس طرز فکر کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا مقتضایہ ہے۔

[تفہیم القرآن ج 2 ص 344 طبع سوم]

مودودی صاحب نے یہ غلط کہا کیونکہ ان کا بیٹے کی خاطر دعا کرنا خدا کے فرمان کی وجہ سے تھا جو ان سے کہا گیا تھا کہ تمہارے اہل کو بچائیں گے اس لیے دعا کو جاہلیت کا جذبہ کہنا بدترین جرم ہے۔

### حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں

حضرت یوسف علیہ السلام کے ارشاد مبارک "اجعلنی علیٰ خزائن الأرض" کے بارے مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ محض وزیر مالیات کے منصب کا مطالبہ نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں بلکہ یہ ڈکٹیٹر شپ کا مطالبہ تھا اور اس کے نتیجے میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو جو پوزیشن حاصل ہوئی وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے۔ [تفہیمات ص 122 حصہ دوم طبع پنجم 1970ء]

سیدنا یوسف علیہ السلام نے دیانت و علم کی بنیاد پر یہ بات کی کہ مجھے علم و دیانت میں سب سے فوقیت ہے اس لیے نظام کو بہتر کرنے کے لیے مجھے وزیر خزانہ بنا دیا جائے۔ مودودی صاحب کا ایک غیر مسلم کے ساتھ نبی معصوم کا موازنہ کرنا ظلم و جبر کی نسبت معصوم نبی کی طرف کرنے کے مترادف ہے۔

### حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں

حضرت یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئیں تھیں غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔ [تفہیم القرآن ج 2 ص 313، 312۔ طبع سوم 1962ء]

ایک نبی کو بے صبر کہنا کیونکر روا ہوگا؟ رہا آپ کا تشریف لے جانا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو خدا کی ذات پر یہ امید تھی کہ خدا مجھے اس پر دارو گیر نہیں کرے گا۔ لہذا حضرت یونس علیہ السلام کے اس عمل کو بے صبری اور کوتاہی کہنا کسی طرح درست نہیں۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں

1: موسیٰ علیہ السلام کی مثال اس جلد باز فاتح کی سی ہے جو اپنے اقتدار کا استحکام کیے بغیر مارچ کرتا ہوا چلا جائے اور پیچھے جنگل کی آگ کی طرح مفتوحہ علاقہ میں بغاوت پھیل جائے۔ [ترجمان القرآن ص 5 ستمبر 1946ء]

کاش مودودی صاحب اسلاف امت کو دیکھ لیتے کہ انہوں نے کیا تعبیر اختیار فرمائی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام محبوب کی ملاقات کے لیے جلدی چلے تھے، وہ بات نہ تھی جو مودودی صاحب نے سوچی۔

2: پھر اس اسرائیلی چرواہے کو بھی دیکھئے جس سے وادی مقدس طوی میں بلا کر باتیں کی گئیں وہ بھی عام چرواہوں کی طرح نہ تھا۔

[رسائل و مسائل ص 31 حصہ اول طبع دوم]

عامیانا انداز جو مودودی صاحب نے اختیار کیا انتہائی غلط ہے۔ کیا اللہ کے نبی کی تعظیم و تکریم کے لیے الفاظ بولنا جرم ہے؟ کیا ان کے پاس کوئی اور الفاظ کا ذخیرہ نہ تھا؟

3: نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا، انہوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا۔

[ایضاً ص 31 حصہ اول]

نوٹ: یہ قتل عمد آنے تھا بلکہ بلا ارادہ تھا۔ پھر وہ حربی کافر تھا جس کا قتل جائز تھا۔

## مودودیت اکابر علماء کی نظر میں

1: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”میرادل اس تحریک کو قبول نہیں کرتا۔“ (روزنامہ احسان لاہور، 11 ستمبر 1948)

2: شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اب تک ہم نے مودودی صاحب اور ان کی جماعت؛ نام نہاد جماعت اسلامی کی اصولی غلطیوں کا ذکر کیا ہے جو انتہائی درجہ میں گمراہی ہے۔ اب ہم ان کی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کی کھلی ہوئی مخالفتوں کا ذکر کریں گے جن سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ مودودی صاحب کا کتاب و سنت کا بار بار ذکر فرمانا محض ڈھونگ ہے، وہ نہ کتاب کو مانتے ہیں اور نہ سنت کو مانتے ہیں بلکہ وہ خلاف سلف صالحین ایک نیا مذہب بنا رہے ہیں اور اسی پر لوگوں کو چلا کر دوزخ میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔

3: شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ:

(مودودی صاحب نے 1948ء میں جہاد کشمیر کے متعلق جب یہ کہا کہ پاکستانی مسلمانوں کے لئے رضا کارانہ طور پر بھی اس میں حصہ لینا

جائز نہیں ہے) تو علامہ عثمانی نے ان کو تحریر فرمایا:

بعض احباب نے مجھے ترجمان القرآن کا وہ پرچہ دکھایا جس میں آپ نے کسی شخص کے خط کا جواب دیتے ہوئے جنگ کشمیر کے متعلق اپنے خیالات، شرعی حیثیت سے ظاہر فرمائے ہیں۔ جنگ کشمیر کے اس نازک مرحلے پر آپ کے قلم سے یہ تحریر دیکھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور شدید قلق بھی ہوا کیونکہ میرے نزدیک اس معاملہ میں آپ کی جانب سے ایسی مہلک لغزش ہوئی ہے جس سے مسلمانوں کو عظیم نقصان کا احتمال ہے۔ (اشرف السوانح ج 4 ص 24)

4: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ:

قطب زمان حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے ایک کتاب ”حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب“ تحریر فرمائی تھی۔ اس میں ارشاد فرمایا: برادران اسلام! مودودی صاحب کی تحریک کو بہ نظر غور دیکھا جائے تو ان کی کتابوں سے جو چیز ثابت ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ

مودودی صاحب ایک نیا اسلام مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور نعوذ باللہ من ذالک نیا اسلام لوگ تب ہی قبول کریں گے جب پرانے اسلام کی درودیوار منہدم کر کے دکھادیئے جائیں اور مسلمانوں کو اس امر کا یقین دلادیا جائے کہ ساڑھے تیرہ سو سال کا اسلام جو تم لئے پھرتے ہو وہ ناقابل روایت اور ناقابل عمل ہو گیا ہے۔ اس لئے اس نئے اسلام کو مانو اسی پر عمل کرو جو مودودی صاحب پیش فرما رہے ہیں۔

اے اللہ! میرے دل کی دعائیں قبول فرما! مودودی صاحب کو ہدایت فرما اور ان کے متبعین کو بھی اس جدید اسلام سے توبہ کی توفیق عطا

فرما۔ آمین یا الہ العالمین۔ (حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب ص: 4)

خدا جانے مودودی صاحب کو کیا ہو گیا ہے؟! اللہ تعالیٰ کے ہر بندے کی توہین اپنی عادت بنالی ہے۔ اسی لیے تو میں کہتا ہوں اور میرے دل میں اس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مودودی صاحب سے ناراض ہے، اسی لئے تو [مودودی صاحب] اللہ کے ہر مقبول بندے کی توہین بڑی دلیری سے کرتے ہیں۔ (حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب ص: 43)

5: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب (مہتمم دارالعلوم دیوبند)

آپ رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیار حق ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں:

”اندریں صورت مودودی صاحب کا دستور جماعت کی بنیادی دفعہ میں عموم و اطلاق کے ساتھ یہ دعویٰ کرنا کہ رسول خدا کے سوا کوئی معیار حق اور تنقید سے بالاتر نہیں ہے جس میں صحابہ سب کے سب شامل ہوتے ہیں اور پھر ان پر جرح و تنقید کا عملی پردہ بھی ڈال دینا حدیث رسول کا محض معارضہ ہی نہیں بلکہ ایک حد تک خود اپنے معیار ہونے کا ادعاء ہے جس پر صحابہ تک کو پرکھنے کی جرات کر لی گئی۔ گویا جس اصول کو شد و مد سے تحریک کی بنیاد قرار دیا گیا تھا اپنے ہی بارے میں اسے ہی سب سے پہلے توڑ دیا گیا اور سلف و خلف کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا خود معیار حق بن بیٹھنے کی کوشش کی جانے لگی“ (مودودی ستور اور عقائد کی حقیقت: ص: 18)

6: مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ خلیفہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ و مہتمم خیر المدارس ملتان:

مودودی صاحب اور اس کے متبعین کے بعض مسائل خلاف اہل سنت والجماعت کے ہیں، سلف صالحین کی اتباع کے منکر ہیں، لہذا بندہ ان کو ملحد سمجھتا ہے۔

7: حضرت مولانا شمس الحق افغانی (سابق وزیر معارف قلات)

”مودودی صاحب کی تحریرات پر نگاہ ڈالی، موصوف کے متعلق احقر کا تاثر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام سے مطمئن نہیں اس لئے اس کو اپنے ڈھب پر لانا چاہتے ہیں جس کے لئے اصلی اسلام میں ترمیم ناگزیر ہے، لیکن اس کا چھپانا بھی ضروری ہے، اس لئے وہ اپنی اسی ترمیم کے تخریبی عمل کو انشاء پر دازی، اقامت دین کے نعروں، یورپی طرز کے پروپیگنڈا کے پردوں میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی تخریبی عمل کے محرکات دو ہیں۔ نفسیاتی تعلق اور فقدان خشیت اللہ، اور عوام میں بھی اس دونوں بیماریوں میں مبتلا افراد کی کمی نہیں ہے، یہی باطنی ہم رنگی اس تحریک کی توسع کی اصلی سامان ہے۔“

8: اسوۃ الصالحین شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب (غور غنشتوی خلیفہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ)

”مودودی صاحب ضال اور مضل“ یعنی خود گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔“

9: استاد العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، ضلع پشاور)

”مودودی صاحب کے عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف اور گمراہ کن ہیں، مسلمان اس فتنے سے بچنے کی کوشش کریں۔“